84956 ـ ملازم كى غلطى كى بنا پر مزدورى كم دينا

سوال

ہم ايك ايسى كمپنى ميں ملازم ہيں جہاں ملازم كى غلطى كى بنا پر ايك يا دو روز كى تنخواہ كاٹى جاتى ہے، اور يہ چيز كٹوتى كے كسى بھى معين قانون سے وابستہ نہيں، كيونكہ يہ كٹوتى ہمارا مينجر كرتا ہے، اور يہ چيز ہمارے سينوں ميں كھٹكتى ہے اور دل جلتا ہے كہ ايك چھوٹى سى غلطى كى بنا پر ہمارى تنخواہ ميں كٹوتى ہو، تو كيا يہ صحيح ہے كہ ہم دوران ڈيوٹى كٹوتى كے حساب سے وقت ضائع كريں، اور كيا انہيں حق حاصل ہے كہ وہ ہمارى جدوجھد اور كوشش كھا جائيں، يہ علم ميں رہے كہ معاہدہ كے وقت اس پر كوئى اتفاق نہيں ہوا ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

عمومى اور خصوصى محكموں ميں ملازم كو اسلامى فقہ ميں پرائيويٹ مزدور كا نام ديا گيا ہے، اور خاص مزدور وہ ہوتا ہے جس كا كسى كے ساتھ معاہدہ ہو كہ وہ ايك معين مدت تك كام كريگا، اور اس وقت ملازمت اور ڈيوٹى ميں فى الواقع ايسا ہى ہوتا ہے، كہ ہر روز گھنٹوں كے حساب سے معاہدہ كيا جاتا ہے.

خاص مزدور كے متعلق فقھاء كرام نے اپنى مطول كتابوں ميں فقھى احكام بيان كيے ہيں جس ميں يہ بھى شامل ہے:

يہ مزدور اپنى اجرت كا مستحق اسى وقت ٹھريےگا جب وہ مطلوبہ كام جس پر معاہدہ ميں اتفاق ہوا تھا مكمل نہ كر لے.

الموسوعة الفقهية ميں درج ہے:

" كام كے مالك كو ملازم كى اجرت دينا اس وقت لازم ہے جب وہ ملازم اپنا آپ اس كے سپرد كر دے، ليكن شرط يہ ہے كہ وہ مطلوبہ كام كرنے سے انكار نہ كرے، اور اگر وہ بغير كسى حق كے كام سے انكار كرتا ہے تو پھر اجرت كا حقدار نہيں، اس ميں كوئى اختلاف نہيں ہے " انتہى

ديكھيں: الموسوعة الفقهية (1 / 292).

اور مستقل فتاوى كميٹى كے فتاوى جات ميں درج ہے:

" جو شخص بھی کسی کام کے بدلے تنخواہ اور اجرت کا متقاضی ہو وہ کام اس کے سپرد کیا جائے تو اسے وہ کام کرنا مطلوبہ طریقہ پر کرنا ضروری ہے، اور اگر وہ اس میں بغیر کسی شرعی عذر کے خلل پیدا کرتا ہے تو اس کے لیے اس کام کے بدلے میں مطلوبہ تنخواہ اور اجرت لینی حلال نہیں " انتہی.

دیکھیں: فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (15 / 153).

دوم:

اگر پرائیویٹ یا خاص ملازم کوئی چیز ضائع کر دے (مثلا کام کرنے والے آلہ جات میں سے کوئی آلہ اور مشین وغیرہ) تو کیا وہ اس کا ضامن ہو گا، اور اسے اس کی قیمت ادا کرنا ہو گی یا نہیں ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ:

یہ دو حالتوں سے خالی نہیں:

پہلی حالت:

وہ خرابی اس کی زیادتی یا کوتاہی کی بنا پر ہو، مثلا اگر کوئی ملازم آلات کو غلط استعمال کرے تو اس کی بنا پر وہ خراب یا ضائع ہو جائے، یا اس نے اپنے ذمہ وہ کام لیا جس کی وہ استطاعت ہی نہیں رکھتا، یا اس نے کام صحیح طریقہ سے نہ کیا ہو، یا کام میں سستی کی ... الخ

تو اس حالت میں فقہاء کرام کے بغیر کسی اختلاف کے وہ اس چیز کا ضامن ہو گا، اور مالك کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کی تنخواہ اور اجرت سے تلف اور ضائع کردہ چیز کی قیمت کاٹ لے.

دوسری حالت:

ملازم کی کوتاہی یا زیادتی کے بغیر ہی وہ چیز تلف اور ضائع ہو جائے اس میں علماء کرام کا اختلاف ہے، اکثر علماء کے ہاں ملازم ضامن اس صورت میں ہوگا جب اس کی زیادتی یا کوتاہی کی بنا پرچیز ضائع ہوئی ہو.

اور بعض علماء مثلا امام شافعی کا اپنے ایك قول میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ضامن ہو گا.

دیکھیں: تكملة المجموع (15 / 354) الموسوعة الفقهية (1 / 290).

اور یہ مسئلہ اجتہادی مسائل میں شامل ہوتا ہے، اس لیے اگر مالك چاہے کمپنی ہو یا کوئی شخص مزدور ضامن ہونے والے قول پر عمل کرتے ہوئے کٹوتی کرے تو اس کا انکار نہیں کیا جائیگا، لیکن اسے اس غلطی کے مطابق وہ

کٹوتی کرنی چاہیے، اور اس میں کسی بھی قسم کا ظلم نہ ہو، اور اگر ملازم اور مالك اس کی تحدید اور تعیین میں اختلاف کریں تو پھر اس کا فیصلہ شرعی قاضی کریگا.

لیکن اگر ملازم نے کوئی ایسی غلطی کی جس کے نتجیہ میں مال تلف یا ضائع نہ ہوتا ہو مثلا ملازم ڈیوٹی پر تاخیر سے آیا یا بغیر کسی عذر کے غائب رہا ... الخ تو کیا مالك کے لیے تنخواہ میں سے کٹوتی کرنی جائز ہے یا نہیں ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ:

جی ہاں اسے حق ہے، اس طرح کی بعض اشیاء تو معاہدہ میں بیان ہوتی ہیں، یا پھر کمپنی کے داخلی قوانین میں بھی ہیں، اور پھر اس پر لوگ عمل کر رہے، ملازم کمپنی میں ملازمت کرتا ہے اور اسے یہ علم ہے کہ اگر اس نے کام میں کوتاہی کی، یا کمپنی کے نظام کی مخالفت کی تو اسے سزا مل سکتی ہے، جس میں تنخواہ کی کٹوتی بھی شامل ہے، تو اگر یہ معاہدہ میں بیان نہ بھی ہوا ہو تو پھر بھی یہ چیز معروف ہے، اور لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں.

لیکن مالك یا مینجر کو عدل و انصاف سے کام لینا چاہیے، اور اسے ظلم و ستم سے اجتناب کرنا چاہیے، اس لیے کٹوتی بھی غلطی اور کوتاہی کے مطابق ہی ہونی چاہیے، اور اس میں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہیے.

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء سے درج ذیل سوال کیا گیا:

اگر میں کسی نگران عورت یا ملازمہ کو ملازمت سے نکالوں یا اس کی تنخواہ میں کٹوتی میں سختی کرو تا کہ وہ اپنی حالت درست کر لے تو کیا یہ حرام ہے ؟

کمیٹی کے علماء کا جواب تھا:

" ملازم یا ملازمہ کی تنخواہ سے کٹوتی یا اسے ملازمت سے نکالنا جائز نہیں، لیکن ان حدود اور نظام کے اندر رہ کر جسے حکمران نے متعین کیا ہے " انتہی.

دیکھیں: فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (23 / 410).

سوم:

میرے عزیز بھائی آپ نے کئی ایك غلطیاں کی ہیں، جیسا کہ آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے، اگر تو آپ دیکھیں کہ کٹوتی غلطی کے حساب سے زیادہ ہے، یا پھر غلطی چھوٹی اور غیر معتبر تھی، اور دوسری کمپنیوں میں اس طرح کی غلطی پر کٹوتی نہیں ہوتی تو پھر آپ کے سامنے کمپنی کے ذمہ داران کے سامنے شکایت کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں، آپ اپنا موقف ان کے سامنے بیان کریں، اور اگر وہ کٹوتی پر اصرار کرتے ہیں، اور آپ ان کے دلائل سے مطمئن نہیں

ہوتے تو آپ شرعی عدالت سے رجوع کریں، جو ان شاء اللہ آپ کے مابین فیصلہ کریگی.

رہا یہ مسئلہ کہ آپ کے دل میں یہ بات آئی ہے کہ آپ جان بوجھ کر ڈیوٹی سے غائب ہو جائیں، یا پھر تاخیر سے آئیں، یا کام میں کوتاہی کریں، یا غیر مشروع طریقہ سے کٹوتی والی رقم واپس لیں ۔ جیسا کہ بعض ملازمین کرتے ہیں ۔ تو یہ مومنوں کی راہ نہیں، اور نہ ہی ایسا کرنا جائز ہے، کیونکہ متنازع حقوق کی واپسی کا فیصلہ تو عدالت کے فیصلہ سے ہی ہوتا ہے، اور اس میں لوگوں کو خواہشات اور اپنے نفسوں کا دخل نہیں.

مستقل فتوی کمیٹی کے علماء سے درج ذیل سوال کیا گیا:

کیا اپنی مزدوری کے نقصان اور کمی کے عوض میں کسی شخص کا نیشنل کمپنی سے بغیر اجازت کوئی چیز لینا چوری اور حرام شمار ہوتا ہے ؟

کمیٹی کے علماء کا جواب تھا:

جی ہاں یہ حرام شمار ہوتا ہے، اور اگر اس کا واضح حق ہو تو وہ محکمہ کے ذریعہ اسے طلب کر سکتا ہے " انتہی.

دیکھیں: فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (19 / 221).

اور فتاوی جات میں یہ بھی درج ہے:

مالك نے ايك ملازم پر ظلم كرتے ہوئے اس كی تنخواہ سے كٹوتی كر لی اس كا حكم كيا ہے ؟

کمیٹی کے علماء کا جواب تھا:

" اور جب آپ اور مالك كے مابين اختلاف ہو جائے تو آپ كو شرعی عدالت سے رجوع كرنا چاہيے، تا كہ وہ آپ كے قضيہ اور معاملہ كو ديكھ كر فيصلہ كرے، اور آپ كے ليے مالك كے علم اور اس كی اجازت كے بغير اس كا مال لينا جائز نہيں " انتہی.

دیکھیں: فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (15 / 123).

اور یہ بھی درج ہے:

" آپ كے ليے اپنی باقی ماندہ تنخواہ كے برابر ميں مالك كے علم كے بغير مال لينا جائز نہيں، ليكن آپ كو يہ حق ہے كہ آپ اپنے بقيہ جات شرعی طريقہ سے حاصل كريں، چاہے شرعی عدالت ميں مقدمہ كر كے ہی " انتہی

دیکھیں: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (15 / 144).

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ریڈیو پروگرام " فتاوی نور علی الدرب " میں درج ذیل سوال کیا گیا:

میں ایك نوجوان کسی کمپنی میں ملازمت کرتا ہوں، ایسا ہوا کہ بغیر کسی وجہ اور حق کے میری کٹوتی کر لی گئی، یہ تو ایك طرف سے ہے، اور دوسری طرف میں نے کچھ ایسے کام کیے تھے جس کی بنا پر میں الاونس کا مستحق تھا، لیکن انہوں نے یہ بھی مجھے نہ دیے، تو میں درج ذیل کام کرنے پر مجبور ہوا:

جب میں کمپنی کے لیے اشیاء خریدتا تو مارکیٹ سے مجھے اچھا خاصہ ڈسکاؤنٹ ملتا، لیکن یہ میرے اور مارکیٹ والوں کے مابین تھا، اور میں یہ ڈسکاؤنٹ کی رقم اپنی جیب میں رکھ لیتا، بل سو کا ہوتا تو اس میں سے پچیس میرے؛ یہ علم میں رہے کہ بل کے ریٹ باقی دوکانوں جتنے ہی ہوتے ہیں، یعنی بل کا ریٹ مارکیٹ کے طبعی ریٹ سے زیادہ نہیں، لیکن اشیاء زیادہ خریدنے کی بنا پر مجھے ڈسکاؤنٹ زیادہ ملتا جو بل میں درج نہیں کیا جاتا تھا ؟

اس کی روشنی میں آپ میری راہنمائی کریں:

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان کے ساتھ حساب و کتاب کریں اور انہیں ڈسکاؤنٹ دیں، تا کہ معاملہ واضح ہو جائے، ہو سکتا ہے آپ جسے اپنا حق کہتے ہیں‌اس میں متساہل ہوں، اس لیے آپ کے لیے ضروری ہے کہ مسئلہ آپ اور ان کے مابین کسی صلح کروانے والے کے ذریعہ سلجھایا جائے یا پھر عدالت کے ذریعہ، یا آپ آپس میں ہی اس کو طے کر لیں، آپ کے لیے ضروری یہی ہے کہ آپ صرف اپنا حق لیں " انتہی.

پروگرام: فتاوی نور علی الدرب کیسٹ نمبر (410).

واللہ اعلم .